ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن نقشبندی

صدیقین کا مقام اور ضرورت

مقام صدیقیت نبوت سے دوسرے درجہ پر ہوتا ہے امت میں افضل ترین فرد نبی کے بعد صدیق ہی ہوتا ہے ان کا درجہ نبی کے بالکل متصل ہے ؎ ارشاد خداوندی ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین والصدیقین والشہداء والصلحین ؎ (اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء اور صدیقین، شہداء اور صلحاء) نبی کے بعد صدیق اور شہداء، صلحاء کا ذکر ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ نبی، صدیق شہید اور صالح کے بمنزلہ ہوتا ہے یہ صفات کسی ایک شخص کے بھی ہو سکتے ہیں اور صدیق ہوتے ہوئے شہید اور صالح بھی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر وصف سے ایک خاص صنف مراد ہو جس طرح نبی سے ایک خاص صنف مراد ہے۔ امام راغب اصفہانی تفسیر بحر محیط، روح المعانی تفسیر مظہری اور تفسیر رازی میں بھی یہی مذکور ہے۔ نبی ایسا مقام ہے جو جد وجہد سے حاصل نہیں ہو سکتا، صدیقین، نبی کی قوت نظریہ کا اعلیٰ پر تو ہوتے ہیں۔ جن کی شان اسرار نبوت اور وحی کی تصدیق کرنے میں مسابقت اور مبادرت کرنا ہے اور اس لئے وہ تمام لوگوں کے پیشوا اور مقتدیٰ ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص صدیقیت سے ترقی اور عروج کرتا ہے تو مقام نبوت کو پا لیتا ہے

؎ غنیۃ الطالبین، عبدالقادر جیلانی، کراچی، مدینہ پبلشنگ کمپنی ص ۶۶۸

؎ قرآن مجید سورۃ النساء آیت ۵۹ پ ۵

اور نبوت سے کم درجہ صدیق کا ہے جو نبوت کے بالکل متصل ہوتا ہے جیسا کہ آیت مذکورہ میں نبی کے بعد صدیقین کا ذکر کیا، لہذا نبوت کے بعد فضل و علم میں مرتبہ صدیق ہے اور ایک انسان کا صدیق ہونا ہی بہت بڑا فضل اور کمال ہے آیت مذکورہ نفی واسطہ پر دلالت کرتی ہے امام مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ مقام صدیقیت مقام بقا میں سے ہے اور صحو تام صرف مقام صدیقیت میں ہے اور بس، مقام صدیقیت کے اوپر مقام نبوت ہے۔ وہ علوم جو نبی علیہ الصلوٰۃ کو وحی کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ صدیق پر بطریق الہام منکشف ہوتے ہیں۔ ان دونوں علوم کے درمیان وحی اور الہام کے سوا کچھ فرق نہیں۔ اس لئے دونوں علموں میں مخالفت کی گنجائش بھی نہیں [46] مقام صدیقیت مقام شہادت کے اوپر ہے اور صدیقیت کے اوپر نبوت کے علاوہ کوئی مقام نہیں بلکہ کسی مقام کا ہونا محال ہے [47] والذی جاء بالصدق وصدق به [48] آیت میں جاء بالصدق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وصدق بہ سے مراد حضرت صدیقؓ ہیں یہاں بھی نفی واسطہ ہے۔

شہید اور صدیق میں فرق

صدیق کے بعد دوسرا درجہ شہید کا ہے، شہید بمعنی گواہ، اگر شہادت سے مراد مقتول ہو، تو جب اللہ تعالیٰ سے ایک شخص شہادت کا سوال کرتا ہے تو اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ سے اپنے قتل کا طالب ہے اور دین میں طلب قتل جائز نہیں۔ کیونکہ کافر سے اپنے قتل کا طلب کرنا کفر ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ سے ایسے امر کا طالب ہونا جو کفر ہو کیسے جائز ہو سکتا ہے لہذا یہاں شہید بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین کے صحت کی گواہی دیتے ہیں کبھی حجت و بیان سے اور کبھی سیف و قتال سے ارشاد باری تعالیٰ ہے شہد اللہ

---

[46] مکتوبات امام مجدد، دفتر اول حصہ ۲ مکتوب ۴۱

[47] " " " " ۱ " ۱۸

[48] قرآن مجید سورۃ الزمر آیت ۳۳ پ ۲۴

انہ لا الٰہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم قائما بالقسط۴۹؎ (اور گواہی دی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی کہ وہ اس شان سے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں) وکذلک جعلنٰکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ۵۰؎ اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی جماعت بنادی ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو) ان آیات میں شہید سے مراد گواہ ہی ہے، شہید نبی کی قوت عملیہ کا پرتوا ہے جس کا کام دین کے برحق ہونے کی گواہی دینا ہے خواہ قلم سے، خواہ زبان خواہ بیان سے۔ امام مجدد الف ثانی مقام صدیقیت سے نیچے اور مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت کو بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ ولایت کی نسبت شہادت کی نسبت کے سامنے اس طرح ہے جس طرح تجلی صور تجلی ذاتی کے سامنے ۵۱؎ اس طرح امام مجدد الف ثانی صدیق اور شہید کے درجات میں فرق بیان کرتے ہیں اور شہید بمعنی مقتول مراد نہیں لیتے۔

صدیق اور صالح میں فرق

صالح جو اپنے عمل اور اعتقاد میں صالح ہو، کیونکہ جہالت اعتقاد میں فساد پیدا کرتا ہے اور معصیت عمل میں ہے ...... ہر شہید صالح ضرور ہوگا لیکن ہر صالح کا شہید یا صدیق ہونا ضروری نہیں۔ شہید صالح کے اقسام میں اشرف اور افضل قسم ہے اسی طرح شہید کبھی صدیق بھی ہوگا اور کبھی صدیق نہ ہوگا۔ صدیق کے معنی ہر وہ شخص جو اپنے غیر سے باعتبار ایمان کے اسبق ہو اور دوسروں کا اس اعتبار سے مقتدیٰ اور پیشوا ہو، اس کے ساتھ صدیق اس کی بھی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین برحق ہے لہذا ہر صدیق شہید بھی ہوگا، لیکن شہید کا صدیق ہونا ضروری نہیں، افضل خلق انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے بعد صدیقین اور پھر وہ افراد

۴۹؎ قرآن مجید سورۂ آل عمران، آیت ۱۸ پ ۳

۵۰؎ 〃 〃 البقرۂ 〃 ۱۴۳ پ ۲

۵۱؎ مکتوبات امام مجدد دفتر اول حصہ ۱ مکتوب ۱۸

جن کو صرف درجۂ شہادت حاصل ہو اور ان کے بعد صرف صالح کا درجہ حاصل کرنے والے ہیں۔
اس بحث کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ دین حق کو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام ملائکہ سے حاصل کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ [۵۲] (اور وہ فرشتوں کو وحی یعنی پیغام دیکر اپنے حکم سے بندوں میں سے جس پر چاہیں نازل فرماتے ہیں۔)
صدیقین انبیاء علیہم الصلوۃ والتسلیم سے اور شہدا صدیقین سے اور صالح شہداء سے دین حق حاصل کرتے ہیں اس طرح اپنے بعد والوں کے لئے صدیق مقتدی اور پیشوا ٹھہرے [۵۳] صدیق کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت پاکیزہ، مزاج معتدل ہوتا ہے اخلاق اتنے صاف ہو چکتے ہیں کہ حق و باطل خیر و شر میں محض سامنے آتے ہی تمیز کرنے نہ انتظار رہتا ہے اور نہ تردّد پیش آتا ہے۔ بغیر انتظار اور تردّد اپنے قول و عمل سے حق کی اکمل و اتم طور سے تصدیق کرتے ہیں قوی العقل، ذکی الحس ہوتے ہیں اور اول وہلہ میں اس چیز کا ادراک کر لیتے ہیں جبکہ امت کے دیگر افراد طویل زمانہ کے بعد اس حقیقت تک پہنچ پاتے ہیں۔ تفسیر اکلیل میں صدیق کی یہ خصوصیت بیان کی ہے والذی یصدق قولہ بفعلہ جو اپنے قول کو اپنے عمل سے سچ کر دکھادے [۵۵] در حقیقت صدیق کی روح امت کے دیگر افراد کے مقابلہ میں نبی کا اثر بڑی تیزی سے قبول کرتی ہے۔ جیسے گندھک فوراً آگ کو پکڑ لیتی ہے اپنے اصل فطرت کے لحاظ سے انبیاء کرام کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب کوئی بات نبی کی زبان سے سنتے ہیں۔ آگ کی طرح فوراً وہ بات اس کے دل میں پیوست ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ خود ان کا دل اس بات کی گواہی دے رہا ہو اور اس کا علم اس کو خود بخود بغیر تقلید کے حاصل ہو گیا ہو۔ صدیق نبی کے کلام ہی سے مطمئن ہو جاتا ہے اور رسی کامل حاصل کر لیتا ہے نور عقل سے نبی کو شناخت کر لیتا ہے۔ جیسے نبی ملائکہ کو بلا حجت و دلیل پہچان جاتے ہیں [۵۴] اور فرشتہ جو

---

۵۲ قرآن مجید سورۃ النحل آیت ۲ پ ۱۴
۵۳ تفسیر رازی جلد ۳ ص ۳۸۰، ۳۸۲
۵۴ تفسیر المنار جلد ۵ ص ۲۴۳
۵۵ الاکلیل، سورہ النساء آیت ۶۹ پ ۵

کچھ نبی کے پاس لاتا ہے اس کے بارے میں کسی دلیل یا حجت اور معجزہ کے طالب نہیں ہوتے یہی عمل بعینہ نبی کے ساتھ صدیق کا ہوتا ہے۔

علم حقیقی اس دنیا میں صرف انبیاء اور صدیقین کو حاصل ہوتا ہے انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابو وجٰھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولٰئک ھم الصدقون ۵۶ اس آیت میں لم یرتابو کا مقصد یہ ہے کہ ان کو علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور شبہ تک پیش نہیں آتا کیونکہ کسی درجہ کی شبہ کی گنجائش درپیش ہو تو وہ علم یقینی نہیں کہلائے گا بلکہ ظنی کہلائے گا اس لئے دوسری آیت میں علم یقینی نہ ہونے کی وجہ سے لفظ ظن سے تعبیر کیا گیا ہے ۵۷ الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم وانھم الیہ راجعون اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو لفظ ظن سے تعبیر فرمایا جبکہ یہ ملاقات یقینی ہے چونکہ علم یقینی صرف انبیاء اور صدیقین ہی کو حاصل ہوتا ہے دیگر صلحاء امت کا علم ظنی ہے لہذا یہاں لفظ ظن سے ان کی کیفیت بیان کی اور مذکورہ آیت میں لم یرتابوا سے ۵۸ اب اگر مشابہت انبیاء کرام کے ساتھ باعتبار قوت عقلیہ ہو تو اسے صدیق اور محدث کہتے ہیں اور مشابہت باعتبار قوت عملیہ ہو تو اس کو شہید اور حواری کہتے ہیں۔ والذین امنوا باللہ ورسولہ اولئک ھم الصدیقون والشھداء عند ربھم ۵۹ میں انہی دونوں درجوں کی طرف اشارہ ہے۔

صدیق اور محدث میں فرق الف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انہ قد کان فیما مضی قبلکم من الامم محدثون انہ ان کان فی امتی ھذہ منھم فانہ عمر بن الخطاب ۶۰ تم سے قبل کی

۵۶ قرآن مجید سورۃ الحجرات آیت ۱۵ پ ۲۶

۵۷ " البقرہ " ۴۶ پ ۱

۵۸ الذریعہ الی مکارم الشریعہ، راغب اصفہانی، النجف المطبعۃ الحیدریہ ۱۹۶۷ء ص ۹۳

۵۹ قرآن مجید سورۃ الحدید آیت ۱۹ پ ۲۷

۶۰ بخاری، میرٹھ، مطبع الہاشمی، جلد ۱ ص ۴۹۳ - کتاب الانبیاء

الف محدث علی وزن لسان العرب مادہ حدث

امتوں میں محدث ہوا کرتے تھے۔ اگر اس امت میں ان میں سے کوئی ہو تو وہ عمر بن الخطابؓ ہیں بخاری کی دوسری روایت میں یکلمون کے الفاظ ہیں جو کلام کیا کرتے تھے[۶۱] اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ارشاد ہے۔ لو کان بعدی نبی لکان عمر[۶۲] اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا وہ عمر ہوتے ان روایات کی روشنی میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صدیق سے محدث درجہ میں بڑا ہونا چاہیئے۔ جبکہ قرآن کے آیات کے تسلسل سے ثابت ہو چکا ہے کہ نبی کے بعد صدیق کا درجہ ہے اور ان دونوں درجوں کے درمیان کوئی دوسرا درجہ نہیں ہے درحقیقت محدث کا درجہ صدیقیت کے درجہ میں ایک درجہ کمی کے ساتھ شروع ہوتا ہے شہید سے اوپر اور صدیقیت سے کم محدث کا درجہ ہے ان دونوں کو باعتبار قوت عقلیہ کے نبی سے مشابہت حاصل ہوتی ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ صدیق کی مشابہت نبی کے ساتھ محدث سے زیادہ تام اور کامل ہوتی ہے۔ صدیق نبی کی ذات سے قریب المأخذ ہوتا ہے نبی کی ذات سے اس کو وہی نسبت ہوتی ہے جو گندھک کو آگ سے ہوتی ہے۔ سریع الاثر ہوتا ہے۔ فوراً ہی صدیق کی ذات میں نبی کا اثر نمایاں اور ظاہر ہو جاتا ہے اور نبی سے جب کبھی اور جو کچھ سنتا ہے اس کے نفس میں اس کی نہایت عظیم الشان وقعت اور اہمیت ہوتی ہے اور شہادت نفس کے ساتھ اسے قبول کر لیتا ہے اور محدث کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کا نفس عالم ملکوت کے علمی خزانوں تک جلد پہنچ جاتا ہے اور جو علوم حق تبارک و تعالیٰ نے وہاں اس لئے مہیا اور مقرر کر رکھے ہیں کہ وہی شریعت نبوی قرار پائے اور انہی سے بنی آدم کا نظام قائم کیا جائے اور انہی سے ان کی اصلاح کی جائے۔ محدث یہ علوم وہاں سے اخذ کرتا ہے یہ بھی ایک فرق ہے کہ محدث کو بعض اوقات تنبیہ کی ضرورت پیش آتی ہے، لیکن صدیق کو تنبیہ کا انتظار ہرگز نہیں رہتا ان کی قوت عقلیہ ہر وقت امور غیبیہ کے حصول کے لئے تیار رہتی ہے[۶۳] صدیق اپنے قلب کو سراً ظاہراً باطناً ہر

---

[۶۱] بخاری، مطبع الہاشمی جلد ۱ ص ۵۲۱، مناقب عمر۔

[۶۲] مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۵۴

(الف) محدث علی وزن محمد، لسان العرب مادہ محدث

[۶۳] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ، مباحث احسان جلد ۲ ص ۲۵۷، ۲۵۸

لحاظ سے مکمل طور پر رسول کے سپرد کر چکتا ہے، علم عقیدہ، حال، ادب، اخلاق، دعوت، محبت موالات، غرض کسی چیز کو پسند کرنے یا ناپسند کرنے میں وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر رسول کے تابع فرمان کر چکتا ہے جیسے کہ اسراء کے موقع پر جواب دیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے تو سچ ہے کیونکہ انہوں نے یہ بھی خبر دی کہ ان کے پاس رات یا دن کی گھڑی میں آسمان سے زمین تک خبر آتی ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں یہ بات تو اس سے بھی زیادہ بعید ہے جس پر تم تعجب کر رہے ہو[۶۴]

صلح حدیبیہ میں حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو کلام تھا، لیکن صدیق کا جواب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتے عمر جاؤ رسول کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ و یہی حق ہے[۶۵] لہذا صدیق کو تحدیث کی حاجت اور ضرورت نہیں رہتی، جس طرح محدث کو تحدیث کے ذریعہ علم حاصل ہوتا ہے اور نہ صدیق کو کشف والہام کا انتظار رہتا ہے[۶۶] شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں اس لئے ہوتی ہیں کہ انوار وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے صدیق کی ذات پر پے در پے وارد ہوتے ہیں اور مسلسل اثر انداز ہوتے رہتے ہیں اور پھر جس قدر تاثیر اور تاثر فعل و انفعال کی تکرار ہوتی رہتی ہے۔ صدیق کے اندر فنا اور فدا کاری ایثار و قربانی کے مدارج ترقی کرتے جاتے ہیں بقدر امکان صدیق کے دل میں رسول کی محبت ہوتی ہے ہر حال میں اپنی جان و مال اس کے لئے قربان کر دیتا ہے۔ ہمہ قسم کے حالات میں رسول کی غم خواری اور اور ہمدردی کرتا ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے اور چونکہ نبی کی صحبت اور کلام کا انتہائی مقصد یہی کمال ہوتا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ صدیق قدیم الاسلام ہو اور دیگر صحابہ کی بہ نسبت سے زیادہ صحبت حاصل ہو[۶۷]

---

۶۴ سیرت ابن ہشام جلد ۱ ص ۳۹۹

۶۵ بخاری، کتاب الشروط، جلد ۱ ص ۳۸۰

۶۶ مدارج السالکین، ابن قیم جلد ۱ ص ۲

۶۷ حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ - جلد ۲ ص ۲۵۷، ۲۵۸

ضرورت صدیق

انبیاء علیہم السلام جب دعوت دین لے کر قوم کے پاس جاتے ہیں اور اس کا اعلان کرتے ہیں۔ قوم کے کان چونکہ اس دین سے آشنا نہیں ہوتے اور اپنے باپ دادا کو دوسرے دین اور طریقہ پر دیکھ چکے ہوتے ہیں ان کے خیال میں صحیح دین اور طریقہ وہی ہوتا ہے جن پر ان کے اسلاف عمل پیرا تھے، نبی سے قوم اجنبیت اور غیریت برتنے لگتی ہے، مخالفت اور دشمنی پر اتر آتی ہے نبی کی تکذیب میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی اس لئے نبی کو اس کا گمان ہوتا ہے کہ لوگ اس کی تکذیب کریں گے، مجادلہ کے ذریعہ اس پر غالب ہونے کی کوشش کریں گے، قوم دین فطرت کو بھول چکی ہوتی ہے اور ان میں ایسی باتیں رواج پا چکی ہوتی ہیں کہ ان کے چھوڑنے سے کچھ کی آمدنیوں پر اثر پڑتا ہے۔ کچھ کی باوجاہت اور سرداری، شان و شوکت کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، کچھ کا دینی وقار ختم ہوتا ہے۔ ان حالات میں نبی تنہائی محسوس کرتا ہے اور سوچ سکتا ہے کہ کون میری تصدیق کرے گا اور میری دعوت کون مانے گا اور کون کیسے تسلیم کریگا اور جو عظیم الشان فریضہ ان کے سپرد کیا جارہا ہے، وہ قوم تک کیسے پہنچا سکیں گے تبلیغ دین کیونکر ممکن ہوگی۔ فطرتاً دل میں اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کاش میں تنہا نہ ہوتا، میرا معاون ہوتا، جو میری تائید کرتا اور قوم کے سامنے جو فریضہ میں رکھ رہا ہوں اس کی مکمل اور مفصل تصدیق کرنے والا ہوتا اور جب قوم میری تکذیب کرے، میرے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ پر اتر آئے تو وہ دلائل و براہین سے ان کے شبہات کو دور کرے انکو مسکت جواب دے اور ان سے مجادلہ اور مناظرہ کرتا زور بیان اور قوت بازو سے ان کو خاموش اور ساکت کرسکے تکالیف و رنج میں مونس و غمگسار ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ کوہ طور پر ہم کلامی کے شرف سے نوازتے ہیں نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں اس وقت حضرت موسیٰ جناب باری تعالیٰ میں یہی عرض کرتے ہیں (واخی ھارون ھو افصح منی لسانا فارسلہ معی ردأ یصدقنی انی اخاف ان یکذبون[68]

---

۶۸ قرآن مجید سورۃ القصص آیت ۳۴

(اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیجئے، تاکہ وہ میری تصدیق کریں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کرینگے) حضرت موسیٰ اپنی کمزوری اور تکذیب کے خوف اور ڈر سے مددگار کا مطالبہ کرتے ہیں یہی ہر نبی کو درپیش ہوتا ہے، بے یار و مددگار ہونے سے کمزوری کا احساس اور تکذیب کا خوف لگا رہتا ہے، نیز قتل ہونے کا بھی ہر وقت اندیشہ ہوتا ہے۔ واقعہ اسراء کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل سے فرماتے ہیں "یا جبرئیل ان قومی لا یصدقونی قال یصدقک ابوبکر وھو الصدیق"[69] (اے جبرئیل میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی، جبرئیل نے کہا ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے وہ صدیق ہیں) امام رازی فرماتے ہیں۔ لیس الغرض بتصدیق ھارون ان یقول لہ صدقت او یقول للناس صدق موسی، وانما ھو ان یلخص بلسانہ الفصیح وجوہ الدلائل[70] حضرت ہارون کی تصدیق کا یہ مطلب نہیں کہ اے موسیٰ آپ نے سچ کہا اور یا لوگوں سے مخاطب ہو کر کہیں کہ اے لوگو! موسیٰ سچ کہتے ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کلام فصیح کے ساتھ وجوہ دلائل کی تلخیص کرکے شبہات کا مسکت جواب دیں اور مجادلہ کریں۔ یہی مفید تصدیق ہوتی ہے یہی حضرت موسیٰ کی خواہش تھی جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ قال سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما، بایتنا انتما ومن اتبعکما الغلبون[71] ہم تمہارے بھائی سے تمہارے بازو کو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے تو ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم تک پہنچ نہ سکیں گے اور تم اور جنہوں نے تمہاری پیروی کی غالب رہوگے) دوسری آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ان الفاظ سے درخواست پیش کرتے ہیں۔

واجعل لی وزیرا من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری[72]

---

[69] الطبقات الکبری، ابن سعد بیروت دار بیروت جلد ۱ ص ۲۱۵

[70] تفسیر رازی جلد ۶ ص ۶۰۶

[71] قرآن مجید سورۃ القصص آیت ۳۵ پ ۲۰

[72] " " طہ " ۲۹-۳۰

(اور میرے گھر والوں میں سے ایک کو میرا وزیر یعنی مددگار مقرر فرما۔ یعنی میرے بھائی ہارون کو اس سے میری قوت کو مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر) حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے مقدم اور اہم اس کو قرار دیتے ہیں کہ ان کا کوئی صدیق یعنی نائب اور وزیر یعنی مددگار ہو جو ان کی تصدیق کرے اور ان کی مدد کرسکے، کسی کام یا تحریک کو چلانے کے لئے سب سے مقدم اور اہم انسان کے اعوان و انصار ہوتے ہیں ان سے مہمات میں قوت حاصل کرتے ہیں ان کی مدد اور تعاون سے اہم امور انجام دیتے ہیں، حضرت موسیٰ کے درخواست کی غرض و غایت بھی یہی ہے کہ ہارون کے ذریعہ میری قوت مستحکم کر دیجئے تاکہ ہم دونوں تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں، یعنی تبلیغ دین کا اہم کام انجام دیں اور میرے قلب کو تقویت حاصل ہو، کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے اور ہر شخص کا بیان دوسرے کی تائید سے وافر اور متکاثر ہو کوئی روکاوٹ پیش نہ آئے۔ اس درخواست سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدیق ہی نبی کا نائب اور وزیر معاون و مددگار ہوتا ہے۔ مخالفین کے شبہات کو دلائل سے رفع کرتا ہے مجادلہ و مناظرہ کے ذریعے دین حق کو ثابت کرتا ہے، صدیق فصیح و بلیغ بھی ہوتا ہے اور نبی کو ان پر مکمل اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے۔

صدیق اور تعبیر رؤیا

صدیق کو رؤیا اور تعبیر خواب میں سب سے زیادہ مہارت اور ملکہ ہوتا ہے اس کی جبلت و سرشت میں یہ داخل ہوتا ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ معمولی سے معمولی سبب سے امور غیبیہ کی حقیقت اس پر عیاں ہو جائے۔ انہی امور میں تعبیر رؤیا بھی ہے۔

یوسف ایھا الصدیق افتنا فی سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلٰت خضر و اخر یابسٰت۔ لعلی ارجع الی الناس لعلھم یعلمون[۳۵]

(اے یوسف اے صدیق آپ ہم لوگوں کو اس کا جواب دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں

---

[۳۵] قرآن مجید سورۃ یوسف آیت ۴۶ پ ۱۲

اوران کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ خشک بھی ہیں تاکہ میں ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں تاکہ ان کو بھی معلوم ہو جائے) یہ الفاظ بادشاہ مصر کے آدمی کے ہیں حضرت یوسف کے پاس آتے ہیں اور خواب کی تعبیر دریافت کرتے ہیں ان کو یہ یقین تھا کہ اس خواب کی تعبیر صرف حضرت یوسف ہی بتا سکتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ صدیق کا ایک وصف یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کو خواب کی تعبیریں سب سے زیادہ مہارت اور ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

صدیق لعان نہیں ہوتا

صدیق کا وصف یہ بھی ہے کہ وہ لعان نہیں ہوتا۔ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینبغی لصدیق ان یکون لعانا [۴] آپ سے حضرت ابوہریرہ نقل فرماتے ہیں کہ صدیق کے مناسب ہی نہیں ہے کہ وہ لعان ہو۔ دوسری روایت میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یکون اللعانون شفعاء ولا شھداء یوم القیامۃ [۵] آپ نے فرمایا کہ جو لوگ بہت لعنت کیا کرتے ہیں وہ قیامت کے دن نہ سفارش کر سکیں گے، نہ دوسری امتوں پر گواہ بنائے جائیں گے۔) مومن کی صفت تو یہ ہونی چاہیئے کہ وہ آپس میں ترحم و ترفق سے پیش آئے، بر و تقوی میں ایک دوسرے سے تعاون کریں، مومن کی مثال ایک عمارت کی سی ہوتی ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سنبھالے رہتا ہے، جسد واحد کے مانند ہوتا ہے۔ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرے، جو اپنے بھائی کو لعنت کے ساتھ بددعا دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا چاہتا ہے اور انتہا اور غایت اس مقاطعہ کی ہوتی ہے۔ جو ایک مسلم ایک کافر کے لئے

---

[۴] مسلم، کتاب البر، باب النہی عن لعن الدواب جلد ۱۶ ص ۱۴۸

[۵] " " " ص ۱۴۹

طلب کرتا ہے نہ کہ مسلم کے لئے، حدیث میں وارد ہے لعن المومن کقتلہ (ایک مومن کو لعنت سے بد دعا دینا اس کے قتل کے مشابہ ہیں) لعنت کرنے والا لعنت کے ذریعہ اس کو اخروی منافع سے دور کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو۔ اب جو شخص ایک مسلمان کو اخروی منافع سے محروم کرنے کا طالب ہو ایسا شخص قیامت کے دن کیسے شفیع اور شہید ہو سکتا ہے۔ لہذا آپ کے فرمان کا حاصل یہ ہوا کہ جو صدیق ہے وہ کیسے لعان ہو سکتا صدیق بھی ہو اور لعان بھی ہو یہ ناممکن ہے[۴۶]

صدیق اور استحقاق خلافت

صدیق تمام امت سے خلافت کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ صدیق کی ذات اللہ تعالیٰ کی اس مخصوص عنایات و توجہات اور اس خالص نصرت و امداد کی (جو ذات نبی کے لئے مقرر ہو چکی ہیں) قرارگاہ اور آشیانہ ہوتا ہے جو امور رسول کے ذریعہ انجام پانے تھے، مگر بوجہ وفات رسول وہ انجام نہ پا سکے، ان امور کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ ہوا کہ وہ نبی کی امت میں سے ایک خاص شخص کے ہاتھ انجام پائے یہ خاص شخص وہ مرد عاقل ہوتا ہے۔ جس نے اپنے گوش و ہوش باطن سے نبی سے اس معنی کا استماع کیا ہو، گویا صدیق کی زبان سے رسول کی روح ناطق ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے بعد حضرت یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر فرماتے ہیں۔ تاکہ وہ امور جن کا حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا جو بوجہ وفات موسیٰ علیہ السلام سرانجام نہ پا سکے تھے ان کو حضرت یوشع بن نون سرانجام دیں اور اللہ تعالیٰ کے مواعید ان کے ذریعے پورے ہوں[۴۷]

صدیق اہل بقا و تمکین سے ہوتا ہے اس کو حوادث کے وقت وہ فنا اور اضطراب پیش نہیں آتا، جس سے دوسرے لوگ متاثر ہو کر اپنے حواس کھو بیٹھتے ہیں، مثلاً بوقت وفات رسول اللہ

---

۴۶ شرح مسلم امام نووی کتاب البر جلد ۱۶ ص ۱۴۹

۴۷ ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ، مقصد دوم ص ۱۳

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو جو اضطراب پیش آیا تھا۔ وہ اضطراب صدیق اکبرؓ میں معدوم تھا[78] مجدد الف ثانی فرماتے ہیں مقام صدیقیت مقامات بقایں سے ہے، جس کا رخ عالم کی طرف ہے[79] اور اس کے نیچے جتنے مقام بھی ہیں اس میں قدرے سکر موجود ہوتا ہے اور صحو تام صرف مقام صدیقیت میں ہے[80] صدیق کے جو بھی فیصلے ہوں گے وہ نہایت احتیاط اور ہوش کے ساتھ ہوتے ہیں، اور ان کی حقیقت نبی کے بعد صرف صدیق ہی جان سکتے ہیں دوسروں پر اس کی حقیقت اصلاً ظاہر نہیں ہوتی اگر ہوتی بھی ہے، تو ایک مدت کے بعد اس کا راز ان پر عیاں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ صدیقین کو اپنے انعامات والطاف مزید احسان و توفیق سے برابر نوازتا رہتا ہے۔

صدیقین اور معیت مع اللہ کا مرتبہ

صدیقین کو معیت مع اللہ کا مرتبہ اور درجہ حاصل ہوتا ہے ان اللہ مع الصادقین کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا کامل ترین فرد جس کو قرب حاصل ہوتا ہے وہ محض مقلد ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ اس تقلید سے میری مراد تقلیدی فطری ہے یا طن رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ اس پر ہوا ہوتا ہے اس کی اپنی کوئی قوت ممیزہ نہیں ہوتی، اب جو کچھ وہ سوچتا ہے یا جو کرتا ہے وہ درحقیقت رسول کے عمل کو سرانجام دینا ہوتا ہے اس لئے اس کا راز یا تو خود نبی سمجھ سکتے ہیں یا صدیق اس کی حقیقت کو پاتا ہے امت کے دیگر افراد پر اس کا اظہار نہیں ہوتا[81]

---

[78] انساب الاشراف بلاذری، دار المعارف مصر، ج ۱ ص ۵۶۵، ۵۶۷

[79] مکتوبات امام مجدد دفتر ا حصہ ا مکتوب ۱۸

[80] 〃 〃 ۲ 〃 ۴۱

[81] خیر کثیر شاہ ولی اللہ بمبی ابنائے مولوی محمد بن غلام رسول سورتی ص ۱۹۲